ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

KAI CHAND THE SAR-E-AASMAN , A MAGNUM OPUS OF DESCRIPTIVE NARRATION AND THE ART OF CHARACTERIZATION

کئی چاند تھے سرِ آسماں، حلیہ و سراپا نگاری کا مرقع

Shoaib Ahmad

PhD Scholar Urdu, National College of Business Administration & Economics Sub Campus Bahawalpur.

Dr Muhammad Naeem Ghumman

Assistant professor dept of Urdu Govt Shalimar college bagbanpura Pura Lahore

Shazia Kanwal

PhD Scholar Urdu, National College of Business Administration & Economics Sub Campus Bahawalpur.

Afshan Naureen

PhD Scholar Urdu, National College of Business Administration & Economics Sub Campus Bahawalpur.

Abstract:

Shams ur Rahman Farooqi was an epoch-making literary figure. His literary prowess is highly praised in all academic and literary circles. His novel "Kai Chand The Sar-e-Aasman" is considered a portrait gallery of Delhi's rich culture, civilization and social structure. In this novel, he presents the events of Delhi's final gathering. Farooqi has tried to sketch characters who are very close to reality. His observation is very unique and he has drawn numerous characters who look lively creature to his readers. The protagonist lady, Wazir Khanum, in novel "Kai Chand The Sar-e-Aasman," is also a very minutely depicted character, and it is a great example of Farooqi's mastery and proficiency in his art of descriptive writing. Upon aesthetics examination, the novel is a masterpiece of aesthetics work of art. Shams ur Rahman Farooqi's prose and narration style reflects refined and exquisite taste of Delhi's people. So "Kai Chand the Sar e Asman" can rightly be said a magnum opus of descriptive narration and art of characterization.

Keywords: Epoch-making, prowess, protagonist, descriptive, magnum opus

شمس الرحمن فاروقی کا ناول "کئی چاند تھے سر آسماں "کا موضوع "دہلی اور اس کی آخری بزم ہے۔اس ناول میں دہلی کی دم توڑتی تہذیب کا دلفریب انداز میں تذکرہ ہے۔شاہی قلعہ اور دہلی کے گلی کوچوں میں ہونے والی ادبی سرگومیوں کا احوال ملتاہے۔اس ناول میں آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر اور اس کے عہد کا مفصل ذکر موجود ہے۔یہ اک حقیقت کا مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں حکومت کا چراغ تو فنروں ترنہ ہوسکا مگر اردو ادب کی شمع یوں روشن ہوئی کہ سارا ہندوستان اس سے چمک اٹھا۔مغلیہ سلطنت کا آخری دور اردو کا عہد زیریں تھا۔اردو کے چار بڑے شعرا غالب، مومن، ظفر اور ذوق اسی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔اردو کی تاریخ اس دور کے بغیر ادھوری ہے۔دبستان دہلی کا جوبن بھی اسی دور تھا اس کے بعد لاہور مرکز علم وادب بنا۔دبستان دہلی کے اس دور کا مطالعہ بڑا اہمیت کا حامل ہے۔بہادر شاہ ظفر اور اس کے مصاحبین کس طرح اردو کی خدمت کر رہے تھے۔ان کے دور میں اردو کے مشاعروں کا رنگ کیا تھا۔دہلی کے گلی کوچوں میں کس طرح استاد ذوق کے قصائد کا چرچا ہوتا تھا۔غالب کس طرح فکرو سخن میں مشغور رہتا تھا۔داغ دہلوی نے قلعہ معلیٰ کے درودیوار کو کس انداز سے دیکھا۔انگریزوں نے اپنے اقتدار کو کس طرح دوام بخشا۔ان تمام موضوعات کا ذکر شمس الرحمن فاروقی کے ناول میں ملتاہے۔بلاشبہ اردو زبان اور عہد بہادر شاہ ظفر ادبی تاریخ کا اہم باب ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

شمس الرحمن فاروقی کا یہ ناول دہلی کی تاریخ و تہذیب کا آئینہ دار ہے۔ شمس الرحمن فاروقی اردو ادب کے نامور سکالر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ناول میں بھی علمیت کے بھرپور پر تو نظر آتے ہیں۔ ان کا ناول دہلی کی ثقافت کا مرقع ہے۔ ان کے اس ناول کا عنوان احمد مشتاق کے اک شعر کا مصرع ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کے ناول کا مرکزی کردار وزیر خانم ہے۔ وزیر خانم معروف شاعر داغ دہلوی کی والدہ ہیں۔ شمس الرحمن فاروقی نے اپنے ناول میں تاریخی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ جس جگہ بطور عورت ان کا ذکر کیا تو اس کا سراپا بیان کیا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کے دل میں عورت کے سراپے اور حلیے کا جو تصور تھا اس کو اظہار انہوں نے اپنے ناول میں جا بجا کیا ہے۔ ان کے ناول کو حلیہ و سراپا نگاری کے ضمن میں شاہکار ناول کہا جا سکتا ہے۔ ان کو حلیہ نگاری میں ملکہ حاصل ہے۔ جس طرح خاکہ نگار کسی شخص کا حلیہ بیان کرتا ہے اسی طرح شمس الرحمن فاروقی نے اپنے ناول میں مختلف لوگوں کا لفظی پیکر اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کی حلیہ و سراپا نگاری کا جائزہ لینے سے قبل حلیہ و سراپا نگاری کیا ہوتی ہے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ پیکر تراشی کیا ہے، پیکر تراشی کے لیے تمثال نگاری، امیج اور امیجری کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں اور اس کے لیے محاکات نگاری کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے اپنی تحریروں میں محاکات کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے۔

"محاکات کے معانی کسی چیز یا حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس شے کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔ "(1)

پیکر تراشی، سراپا نگاری، امیجری، تمثال دراصل وہ تصویر ہے جو شاعری کے مطالعے سے ذہن میں بنتی ہے۔ اردو ادب کی ابتدا میں شعراء کے ہاں محبوب کے سراپے کا دلنشین ذکر ملتا ہے۔ اس کے بعد سراپا و حلیہ نگاری کا اردو نثر میں بھی چلن ہوا۔ ناول، افسانہ، خاکہ اور دیگر اصناف میں حلیہ و سراپا بیان کیا جانے لگا۔ شاعر اور مصنف کے کسی شخص کے حسن کو لفظی تصویروں کا روپ عطا کرتے ہیں تو اس کو سراپا، پیکر، تصویر، امیج اور تمثال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اس کو تصویر آفرینی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

"امیجری سے مراد وہ تصویر آفرینی ہے جو مخصوص اشیا کو لفظوں کی مدد سے چشم خیال کے سامنے یوں لیے آتی ہے گو یا عین مشاہدہ کیا جا رہا ہو۔ مگر یہ تصویر کشی خارجی تحریک سے بالا ارادہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اظہار کی خاطر تخیل کے اندر سے کسی منصوبے یا ارادے کے بغیر ابھر آتی ہے شاعری کے قماش میں مصوری اور موسیقی کو تانے بانے کی حیثیت حاصل ہے۔ شاعری میں اگر تصویریت یعنی زائد توضیحی تصویریں نہ ہوں تو شاعری بے رنگ ہو جائے۔(2)"

اسی طرح پیکر تراشی، امیجری، سراپا نگاری کے بارے میں غیر ملکی ناقدین نے بھی مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ ان کے خیال میں امیج شاعری اور نثر میں عین روح اور زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔

جان پریس John Press امیجری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"A good Poet should be a master of Imager, but imagery, is something complex and elaborate that a series of unambisious Pictures. A distinction must between visual image, which evokes a Clear Picture of an object, and a symbolic image Which arouses a network of associations"(3)

مختلف ناقدین کی آرا سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شاعری ہو یا نثر ادیب اپنے الفاظ اور تخیل کے ساتھ قاری کو وہ روپ دکھا سکتا ہے جو اس کے ذہن میں ہوتا ہے۔ اردو غزل میں سراپا نگاری، پیکر تراشی کا رواج ہمیشہ سے ہی رہا ہے اور اگر جمالیات، رومانویت، حسن و عشق، محبوب کی نازک ادا کا ذکر کثرت سے ہو گا تو وہاں سراپا نگاری لازمی عنصر ہے۔ اردو نثر میں بھی سراپا اور حلیہ نگاری کے کئی ایک شہکار نظر آتے ہیں۔ شمس الرحمن فاروقی کا ناول "کئی چاند تھے سرِ آسماں "سراپا و حلیہ نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کے ناول کو جمالیاتی تناظر میں دیکھیں تو اس میں جا بجا سراپا اور حلیہ نگاری کے مظاہر ملتے ہیں۔ ناول کی ابتدا میں وزیر خانم کی تصویر کے ملنے کا ذکر ہے۔ وزیر خانم کی تصویر کو وسیم جعفر نے بڑی مشکل سے برٹش لائبریری لندن سے چرایا تھا۔ جب وسیم جعفر نے خلیل اصغر فاروقی کو وزیر خانم کی تصویر دیکھائی تو اس تصویر میں نظر آنے والے سراپے کو شمس الرحمن فاروقی نے دلکش پیرائے میں بیان کیا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"سڈول چہرے پر بڑی بڑی آنکھیں، ان پر لمبی لمبی پلکیں، لیکن سایہ فگن نہیں، چلمن کی طرح اٹھی ہوئی۔ آنکھوں کا رنگ شربتی، گہرا اور ہلکی سنہری دمک لیے ہوئے، اور سفیدی ایسی سفید اور اس میں ہلکی سی ٹھنڈک کی ایسی کیفیت جیسے تازہ کھلا ہوا گل مشکی، آہو کی سی سڈول گردن میں مالائے زمرد، نولڑوں کا، لیکن سب دانے برابر کے اور ہم رنگ و ہم شکل تھے۔ گلے کے نیچے تک وادی شانہ میں چنے کی دال کے برابر زمرد ہی زمرد تھے جن کی سبزی آنکھوں میں ہری دوب کی طرح کھبی جاتی تھی"۔(4)

محمد یوسف سادہ کار اپنے گاؤں "ہندل پروا' مخصوص اللہ میاں کی بنائی ہوئی تصویر کا ذکر کرتے ہیں۔ مخصوص اللہ میاں اک غیر مسلم نوجوان ہے۔ اس کے حقیقی نام کسی کو معلوم نہیں تھا۔ وہ کئی کئی دن جنگلوں میں گزراتا۔ وہ مصوری کا شوق رکھتا ہے۔ ایک تصویر جو اس نے بڑی محنت سے بنائی تھی۔ مخصوص اللہ میاں کی بنائی ہوئی تصویر کا سراپا شمس الرحمن فاروقی نے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔

"بھرپور جوانی اس کے جسم کے عضو عضو پر دستک دے رہی تھی۔ لہنگا ذرا ڈھیلا اور لمبا، لیکن گلاب کی کلی سے نازک ترٹخنے اور گلاب کی پنکھڑی سے بھی لطیف، گلابی لیکن زندہ پھڑکتے ہوئے رنگ کے پاؤں تھوڑے تھوڑے جھلک رہے تھے۔ ایک تلوے پر ہلکا سا داغ، خدا معلوم تل تھا یا باغ کی کوئی پتی پاؤں کے صدقے ہو کر رہ گئی تھی"۔(5)

شمس الرحمن فاروقی نے کئی تصاویر میں پنہاں حسن کو بھی لفظوں کا پیرہن عطا کیا ہے۔ ناول میں کئی جگہوں پر موجود حلیہ نگاری درحقیقت شمس الرحمن فاروقی کے دل میں موجود عورت کے مثالی روپ کا عکس ہے۔ انہوں نے "بنی ٹھنی "کا سراپا بھی بیان کیا۔ مولانا تقی الدین نے "بنی ٹھنی" کی تصویر کے متعلق محمد یحیی کو بتایا کہ یہ شبیہ خیالی ہے اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ کشن گڈھ کی شری رادھا تھی نا حقیقی لڑکی۔ کشن گڈھ کے مصور ماضی میں بھی اس طرح کی تصاویر بناتے آئے تھے۔ یہ تصویر یحیی کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ مولانا تقی الدین نے جب یہ تصویر محمد یحیی کو تحفے کے طور پر دی تو اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس تصویر کے ساتھ وہ لوگوں کا سامنا کیسے کرے گا۔ شمس الرحمن فاروقی نے محمد یحیی کے جمالیاتی ذوق کا نقشہ عمدہ انداز میں کھنچا ہے۔ فاروقی کا قلم حلیہ بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ جب محمد یحیی نے تصویر دیکھی تو اس کے اوسان خطا ہو گئے ۔اس تصویر میں محمد یحیی نے کس طرح کا سراپا دیکھا اس کا کچھ رنگ ملاحظہ کریں۔

"کاسنی رنگ کی کامدار ساری، پلو سے سر ڈھکا ہوا، لیکن ساری اس قدر باریک تھی کہ سر کا ایک ایک بال، مانگ میں چنی ہوئی افشاں کے ذرے، ماتھے کے جھومر میں جڑے ہوئے یاقوت، ہیرے، گومید اور تامڑے صاف جھلکتے تھے۔ کھلتا ہوا گندمی رنگ، منھ پر ہلکی سی مسکراہٹ کی شفق، اور مصور اس قدر مشاق تھا کہ مسکراہٹ کی وجہ سے کانوں کی لوؤں کی سرخی اور خفیف سا کھنچاؤ تک دکھائی دیتا تھا، بلکہ محسوس ہوتا تھا۔ بڑی بڑی جامنی آنکھیں، پتلیوں میں سیاہی میں نیلگونی جھلکتی ہوئی، سیدھی ناک، بظاہر ذرا لمبی لیکن دوبارہ دیکھیں تو بالکل مناسب معلوم ہو"۔(6)

دنیا کی ساری رعنائیاں اور لطافتیں مرد و عورت کے جذبات و احساسات کے مرہون منت ہیں۔ مرد و عورت اس دنیا کا حقیقی جوہر ہیں۔ عورت کی وجہ سے دنیا کی رعنائیاں ہیں۔ عورت اس دنیا کا حقیقت ہے۔ عورت کا حسن اس دنیا کی وہ دولت ہے جس کی مثل و مثال نہیں ملتی۔ عورت اک نعمت بھی ہے اور قیامت بھی۔ دنیا کے سارے ہنگامے عورت کی وجہ سے ہیں۔ عورت زندگی کا راز ہے۔ عورت اک خوشبو ہے۔ عورت اک ابر باراں ہے۔ عورت باد بہاراں ہے۔ عورت کے جسم کی خوشبو پر ہزاروں سالوں سے مرد قربان ہوتے چلے آئے ہیں۔ عورت وجہ راحت ہے۔ عورت کا وجود باعث سکون ہے۔ عورت دیوی ہے۔ عورت سحاب ہے۔ مرد کس انداز میں اک حسین عورت کو دیکھتا ہے یہ محسوسات کا کھیل ہے۔ شمس الرحمن فاروقی ان محسوسات کو سراپا اور حلیہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس کی عمدہ مثال یوسف علی خان کی نظر ہے جس نے وزیر خانم کے حسن بے مثال کو امر کر دیا۔ وزیر خانم جب دہلی پہنچی تو وہ آٹھ دن تک یوسف علی خان کو نگاہیں جھکا کر سلام کر کے واپس پلٹ جاتی تھی۔ ایک دن جب وہ سلام کر کے واپس جانے لگی تو یوسف علی خان نے اسے کہا کہ چھوٹی بیگم تھوڑی دیر رک جایئے اتنی بھی کیا جلدی ہے یوسف علی خان نے آج اسے پہلی بار نظر بھر کے دیکھا تو دیکھتا ہی وہ گیا۔ یوسف علی خان کی نظریں اس کے خوبصورت لباس پر ہی اٹک جاتی ہیں۔ شمس الرحمن فاروقی کے جمالیاتی ذوق کو بے ساختہ داد دینے کو دل کرتا ہے کیوں کہ انہوں اس موقعہ پر وزیر خانم کی خوش پوشی کو منفرد طریقے سے بیان کیا ہے۔ سراپا اور نقوش کے بیان کے ساتھ ساتھ خوبصورت پیرہن کا نقشہ کتنے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"اس وقت وہ دوبر کا بنارسی گلبدن کا چٹاپٹی ڈھیلا پاجامہ پہنے ہوئے تھی، اوپر سے تنگ لیکن نیچے آتے آتے اس کا گھیر بڑھتا گیا تھا۔ چٹاپٹی کے رنگوں میں زرد کے ساتھ طاؤسی سبز ، سنہرا اور لاجوردی، موسم کے اعتبار سے بہار دے رہے تھے۔ دوبر کا پاجامہ عموماً بدن کے خطوط کو ڈھانکنے کے لیے پہنتے ہیں، لیکن وزیر اپنے بدن کو کچھ اس طرح چرا کر دو پہلو بیٹھی تھی کہ رانوں کے زادے کچھ نمایاں ہونے لگے تھے۔ نہایت باریک ریشمی جالی دار ہلکے دودھیا رنگ کے تاش کی انگیا خوب ٹھیک کسی ہوئی تھی۔ انگیا کی آستینیں بس ذرا ذرا سی، شانوں کے آگے بازوؤں کے اوپری حصے کو بمشکل ڈھک رہی تھی"۔(7)

شمس الرحمن فاروقی نے وزیر خانم کے حسن کے بیان میں زمین وآسماں کے قلابے ملائے ہیں۔ "کئی چاند تھے سرِ آسماں" پڑھتے ہوئے کبھی کبھی قاری وزیر خانم کے حسن کی بے جا تعریف سے اکتا بھی جاتا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی نے وزیر خانم کے لباس، سراپا۔ حلیہ، نشست و برخاست، چال ڈھال، طریقہ وسلیقہ کو ہنر مندی سے بیان کیا ہے۔ وزیر خانم حسن کی ملکہ محسوس ہوتی ہے۔ شمس الرحمن فاروقی نے وزیر خانم کے حسن وجمال کا تذکرہ اچھوتے انداز میں کیا ہے کہ قاری ورطہ حیرت میں گم ہو جاتا ہے۔ قاری کا دل ودماغ بے اختیار وزیر خانم کے حسن کے جلووں میں گم ہو جاتا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی نے وزیر خانم کے حسن کو بیان کرنے کے لیے باقاعدہ ابواب بھی باندھے ہیں۔ انہوں نے "گردش خامہ نقاش" کے عنوان سے اک باب باندھا جس میں وزیر خانم کے شمس الدین خان کے گھر جانے کا ذکر ہے۔ اس رات جب وزیر خانم شمس الدین خان کے گھر جا رہی تھی تو اس باب کی ابتدا شمس الرحمن فاروقی نے اس جملے سے کی "وزیر خانم کو اس رات جو دیکھتا وہ اپنے کپڑے پھاڑ کر دیوانہ ہو جاتا یا پھر سر کو زیر بار منت درباں کئیے ہوئے اس کے دروازے پر پڑا رہتا"۔ شمس الرحمن فاروقی نے اس موقعہ پر اک اک ادا کو ہنر مندی سے لفظوں کا روپ عطا کیا ہے۔ اس باب کا آخری حصہ بڑا ہی دلچسپ ہے جس میں شمس الرحمن فاروقی نے وزیر خانم کی زلفوں کا ذکر کیا ہے۔

"زلفوں کی درازی کا اشارہ دینے کے لیے سر کا پچھلا حصہ دستار سے نہ ڈھانکا گیا تھا بلکہ دستار کے اوپر ایک موباف نمارومال پٹی کے ساتھ کس لیا گیا تھا اور پھر اس کے اوپر بھی سیاہ سرخ رنگ کا طرہ باندھ کر صاحب دستار کے متوسط سے نکلتے ہوئے قد کو ذرا اور قیامت زا بنانے کی کامیاب کوشش کی گئی تھی۔ ٹوپی اور رومال کی بنا پر ڈوپٹے کی کوئی ضرورت نہ تھی ، لیکن خانہ پوری کرنے کے لیے ملائی کے رنگ کا، اور بہت کم غرض کا کشمیری وضع شالی رومال بے پروائی سے ایک شانے پر یوں ڈال لیا گیا تھا کہ رومال کا سرا گویا لہراتا ہوا دوسرے شانے کو چھو رہا تھا"۔(8)

اس ناول کا مرکزی کردار وزیر خانم کا ہے۔ ناول کی کہانی وزیر خانم کے گرد گھومتی ہے۔ وزیر خانم جب شمس الدین احمد کے پاس پہنچی تو اس کو مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔ وزیر خانم جب مہمان خانے میں پہنچتی ہے تو اس کا شاندار انداز میں استقبال کیا گیا۔ ایک دروازے میں شمس الدین احمد کی ملازمہ مغلانی کھڑی تھی۔ مغلانی اس گھر کی پرانی خدمت گار تھی۔ اس کو گھر کے طور اطوار سے بخوبی آگاہی تھی۔ اس نے وزیر خانم کو خوش آمدید کہا۔ مغلانی کا نام حبیب النسا تھا مگر گھر میں اسے سب حبیبہ کہتے تھے۔ جب مغلانی مسکرا کر وزیر خانم کو ملی تو اس وقت مغلانی کا حلیہ کیسا تھا۔ مغلانی کا حلیہ شمس الرحمن فاروقی نے باریک بینی سے بیان کیا ہے۔ مغلانی کی عمر اس وقت چالیس سال کے قریب تھی مگر وہ دہلی کے تہذیبی وثقافتی رنگ کا پرتو لیے ہوئے تھی۔ مغلانی کا سراپا اور حلیہ کتنا جاذب نظر تھا ملاحظہ کریں۔

"مغلانی بی نے سرخ گلبدن کا تنگ پانجامہ اور زرد سنگی لمبا کرتا پہن رکھا تھا۔ باریک سبز جالی کا ڈوپٹہ ، گلے میں سونے کی زنجیر لیکن نگوں سے عاری، کان میں سونے کی بالیاں اور پتے، لیکن لیکن وہ بھی سادہ، نہ جڑاو نہ میناکار۔ ہتھیلیوں اور ننگے پاؤں کے تلوؤں میں خوبصورت نگار، دونوں پاؤں کی دو انگلیوں میں چاندی کے بچھوے جن کی وجہ سے پیروں پر عجب بہار، ہونٹوں پر پان کا لاکھا، دانتوں پر مجلس حیران، خاصی قبول صورت اور جامہ زیب شخصیت تھی"۔(9)

شمس الرحمن فاروقی نے حسن کو وزیر خانم کی نظر سے بھی دیکھا ہے۔ وزیر خانم بھی جمالیات کا عمدہ ذوق رکھتی تھی۔ اس کی اک مثال راحت افزا کا حیلہ ہے جس کو وزیر خانم نیم وا آنکھوں سے دیکھا تھا۔ راحت افزا نو عمر ملازمہ ہے وہ وزیر خانم کی خدمت پر معمور ہے۔ وزیر خانم جب آنکھ کھلتی تو اپنے پہلو میں شمس الدین احمد کو تلاش کرتی۔ اس رات وہ بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہی۔ جب قریبی مسجد زیب النسا میں اذان شروع ہوئی تو وہ خواب میں جے پور پہنچی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھ تھوڑی دیر پہلے ہی لگی تھی۔ اس خواب کی وجہ آنکھ کھل گئی مگر آنکھیں بند کیے اس خواب کے متعلق سوچتی رہی۔ اسی عالم میں اس نے اپنے ساتھ لیٹے نواب کو چھونا چاہا مگر اس کے ہاتھ میں ہوا ہی تھی۔ اس نے سوچا نواب صاحب نماز کے لیے گئے ہوں گے۔ جب اس نے آبدار خانے کے دروازے پر آہٹ سنی تو اسکو لگا کہ نواب صاحب آ گئے۔ اس کو محسوس ہوا کہ رضائی کے اوپر ننھا سا ہاتھ اس کی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

پیٹھ کو چھو رہا ہے۔اس نے جب اپنی آنکھیں کھولیں تو چودہ پندرہ سال کی اک لڑکی اس کے تلوؤں پر اپنی انگلیاں پھیر رہی تھی۔اس لڑکی نے کہا میں آپ کو بیدار کرنے آئی ہوں۔ملازمہ اپنی مالکن کے قدموں میں گدگدی کر کے بیدار کرتی تھی یہ دہلی کی تہذیب کا اک رنگ ہے۔ شمس الرحمن فاروقی نے اپنے ناول میں دہلی کے رسم ورواج اور رہن سہن کو عمدگی سے بیان کیا ہے۔وزیر خانم نے اپنی رضائی میں سے جگانے والی راحت افزا کو ذرا غور سے دیکھا تو اس موقعہ پر شمس الرحمن فاروقی نے کس انداز میں اس لڑکی کا حلیہ بیان کیا ہے۔

"چودہ یا پندرہ کا سن ،نہ بہت لمبی نہ ٹھگنی ،کچھ گداز سا بدن ،جیسا کہ بعض نو عمر بچیوں کا ہوتا ہے۔بہت کھلتا ہوا میدہ شہاب رنگ ،ناک ذرا دبی ہوئی لیکن بد نما نہیں ،تنگ دہانہ ،نازک نازک ہونٹھ پان یا مسی اور طرح سرخی سے عاری ،لیکن فطری گلابی پن لیے ہوئے اور کچھ پھڑکتے ہوئے سے ،جیسے خوش مزاجی اور شگفتگی اس کی عادت ہو اور وہ بس ابھی ہنس پڑے گی۔سیاہ سوسنی آنکھیں بڑے بڑے باداموں کی سی بناوٹ لئے ہوئے،انداز میں متبسم اور قالب میں متوسط،سیاہ چمکیلے گھنے بال جنھیں مینڈھیاں بنا کر ایک چوٹی شانے پر اور ایک پشت پر ڈال دی گئی تھی"۔(10)

شمس الرحمن فاروقی نے مغلیہ عہد کی آخری بزم شعر و سخن کی اپنے ناول میں بہترین تصویر پیش کی۔ قلعہ معلیٰ کا تفصیلی احوال ،بہادر شاہ ظفر اور اس کی بزم آرائیاں ،دہلی کے معززین کا رہن سہن ،شغل اشغال ،شعر و سخن کی مجالس اور مرزا نوشہ ،استاد ابراہیم ذوق ،حکیم احسن اللہ خان جیسے کرداروں کی جیتی جاگتی تصاویر اس ناول کا خاصا ہیں۔اس ناول کو پڑھتے ہوئے انسان وزیر خانم کے ہمراہ بہادر شاہ ظفر کے عہد میں پہنچ جاتا ہے۔دہلی کی چلتی پھرتی کہانی اس ناول میں دیکھائی دیتی ہے۔اس عہد کا سب سے توانا کردار استاد ذوق تھا۔ذوق کا طوطی بولتا تھا۔بہادر شاہ ظفر نے اسے خاقانی ہند کا خطاب دیا تھا۔دہلی کے مشاعروں میں استاد ذوق کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلتا تھا۔استاد ذوق کے اشعار ہندوستان بھر میں مشہور تھے۔استاد ذوق کے بغیر دلی کی آخری بزم مکمل نہیں ہو سکتی۔ شمس الرحمن فاروقی نے بھی اپنے ناول میں استاد ذوق کا تذکرہ کیا ہے۔استاد ذوق کے حلیے کو شمس الرحمن فاروقی نے عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔

"متوسط قد،خوبصورت ،یک مشت سے کچھ زیادہ تل چاولی داڑھی ،لیکن مناسب ترشی ہوئی اور ذرا نوکیلی ،بہت گھنی نہیں لیکن چھدری بھی نہیں ،مونچھیں ہلکی لیکن ایسی نہیں کہ مولویوں جیسی کتری ہوئی لبیں معلوم ہوں۔سر پر چوگوشیہ سیاہ مخملی ٹوپی جس پر کارچوبی کی بیل ،گلے میں ہلکے سبز رنگ کا ململ کرتا،لیکن اتنا باریک نہیں کہ بدن جھلکے جیسا اس زمانے کا دستور تھا۔کرتے کے اوپر سفید مشروع کا نیمہ ،اس کے اوپر بہت ہلکے رنگ کی پھولام کی کفتان ،بر میں دھاری دار سنگی کا ڈھیلا پاجامہ ،مہربان جس کی اتنی چوڑی تھیں کہ پاپوش ڈھک گئی تھی،یعنی پاپوش اگر ان کے پاؤں میں ہوتی تو ڈھک گئی ہوتی"۔(11)

شمس الرحمن فاروقی کا ناول "کئی چاند تھے سرِ آسماں "دہلی کی تاریخ و ثقافت ،معاشرت وسیاست اور تہذیب کا امین ہے۔ان کے اس ناول کا شمار اردو کے بہترین ناولوں میں ہوتا ہے ۔اس ناول کی تاریخی و تہذیبی اہمیت مسلم ہے۔یہ ناول کئی دہائیوں کا قصہ اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔انگریز عہد کا اہم کردار ولیم فریزر بھی اس ناول میں دیکھائی دیتا ہے ۔اس ناول کا جمالیاتی پہلو بھی دلچسپ ہے۔ شمس الرحمن فاروقی نے اس ناول میں کرداروں کی آپس میں پریم کہانی مدہم سی نظر آتی ہے۔ شمس الرحمن فاروقی اس کمی کو سراپہ اور حلیہ نگاری کے ضمن میں پورا کیا ہے۔عورت کا حسن اور اس کا بیان شمس الرحمن فاروقی کا میدان ہے۔اس ناول میں جابجا عورتوں کی جیتی جاگتی تصاویر نظر آتی ہیں۔غلام ہمدانی مصحفی نے کہا تھا کہ "ظالم غضب کی ہوتی ہیں دلی والیاں "اس کی عملی تصاویر شمس الرحمن فاروقی کے ہاں نظر آتی ہے۔دہلی شہر میں جس حسن کو دیکھ عشاق آہ و بکا کرتے ہوتے تھے۔اس حسن کا عکس اس ناول میں دیکھا جا سکتا ہے۔ناول "کئی چاند تھے سرِ آسمان "جمالیات کے تناظر میں بھی اہمیت کا حامل ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کہ اس ناول کو سراپا اور حلیہ نگاری کا مرقع کہا جا سکتا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کو سراپا و حلیہ نگاری میں مہارت حاصل تھی جس کی گواہی "کئی چاند تھے سرِ آسماں "کا ورق ورق دیتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

حوالہ جات

1۔ شبلی نعمانی، مولانا۔ شعر العجم، جلد چہارم، مطبوعہ انوار المطابع لکھنو، 1341ھ، ص10

2۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، اطراف غالب، ایجو کیشنل بک ہاوس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ انڈیا، 1974ص49

.43.no.page.john Press. The University of Chicage1927.The first and fountin.3

4۔ شمس الرحمن فاروقی، کئی چاند تھے سرِ آسماں، شہر زاد پرنٹنگ پریس کراچی، 2018، ص39

5، ایضاً، ص60 .

6۔ ایضاً، ص107

7۔ ایضاً، ص220

8۔ ایضاً، ص 304

9۔ ایضاً، ص320

10۔ ایضاً، ص342

11۔ ایضاً، ص684